کتاب تذکرۃ الانساب (فارسی مخطوطہ) میں بھی دی ہے کہ تانا شاہ سے یہ سلسلہ قرابت تھا کہ تانا شاہ کی سالی یعنی ماموں زاد بہن کے نواسے نواب عمدۃ الامراء اور ان کے بیٹے مولانا احمد اللہ شاہ[۱] ورنہ ظاہر ہے تانا شاہ لاولد تھا۔ مولانا احمد اللہ شاہ سے اس کے براہ راست کوئی رشتہ نہیں تھا۔

مولانا تائب نے مولانا احمد اللہ شاہ شہید کے فاروقی النسل ہونے کا ایک شعر میں اشارہ فرماتے ہوئے اس پر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ چنانچہ جنہٹ کی جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں[۲]

ہمارے ہے قبضہ میں تیغ عمر　　لڑائی میں گوروں کے ہیں شیر نر

تیغ عمر پر مصنف نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "ان (مولانا احمد اللہ شاہ) کا نسب حضرت عمرؓ سے ملتا ہے۔

مدراس کی حکمرانی کا ذکر، مولانا کی پیدائش، نام و خطاب کو اس طرح لکھا ہے:[۳]

ہے مدراس میں چینا پاٹن کوئی　　مقابل نہیں جس کے گلشن کوئی
وہاں حکمراں تھا کوئی بادشاہ　　ندا جس کی دولت پہ اقبال و جاہ
کہ فرزند پیدا ہوا اس کے گھر　　کلاہ سر فخر جدّ و پدر
ضیاء الدین کہتے تھے خاص و عام　　مگر سید احمد علی خاں تھا نام
دلاور انھیں جنگ میں دیکھ کر　　رکھا ہر بہادر نے قدموں پہ سر

مصنف نے نام اور خطاب کے اشعار پر یہ حاشیہ لکھا ہے کہ "نام سید احمد علی خاں عرف ضیاء الدین دلاور جنگ بہادر"۔ آخری شعر کے دوسرے مصرعہ پر حاشیہ لکھا ہے کہ

---

[۱] تذکرۃ الانساب از قاضی مصطفیٰ علی خاں بہادر فاروقی (فارسی مخطوطہ) کتب خانہ فاروقی۔ گوپامئو۔ [۲] و [۳] مثنوی تواریخ احمدی۔

"حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا"[۱]

قدیم اصول کے مطابق دادا کا خطاب پوتے کو بھی دیا جاتا تھا۔ نواب والاجاہ بہادر اول کا خطاب بھی دلاور جنگ تھا۔

مولانا احمد اللہ شاہ کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔ البتہ شہادت کے وقت ان کی عمر (۷۰) سال کی بیان کی جاتی ہے۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے ان کی پیدائش غالباً نواب والاجاہ بہادر اول کے آخر زمانہ ۱۷۸۷-۸۹ء میں مدراس میں ہوئی۔ (مآثر دلاوری) مولانا ثاقب نے مدراس کے حکمران کو بادشاہ کا لقب دیکر جس سے مراد نواب والاجاہ بہادر اول ہیں، مولانا شہید کی اس گھر میں پیدائش کا حوالہ دیتے ہوئے نام اور خطاب کی تفصیل کے بعد پرورش کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ:[۲]

پھوپھی کا پیا یازدہ ماہ شیر | کہ تھے اس زمانہ میں یوسف نظیر
مدار النساء رکھیں معین ہوئی | کنار اس کی اس گلشن سے گلشن ہوئی

پھوپھی سے مراد نواب ملک النساء بیگم عرف دریا بیگم ہیں جو نواب والاجاہ بہادر اول کی منجھلی صاحبزادی تھیں اور چونکہ دوران سفر دریا میں پیدا ہوئی تھیں اس لیے ان کی عرفیت دریا بیگم ہوگئی۔ یہ نواب والاجاہ اول کے چھٹے صاحبزادے نواب حسام الملک اعتماد الدولہ غلام حسن محمد عبداللہ خاں المعروف بہ ٹیپو بادشاہ سے چھوٹی تھیں۔ ان کا انتقال ۴۶ سال کی عمر میں ۲۹ صفر ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں ہوا۔ نواب حسام الملک غلام حسن خاں کی شادی نواب حامد علی خاں بہادر فاروقی گوپاموی کی صاحبزادی حبیب النساء سے ہوئی تھی۔[۳] (سوانحات ممتاز۔ مطبوعہ مدراس) (باقی آئندہ)

---

[۱] و [۲] مثنوی تواریخ احمدی۔

[۳] سوانحات ممتاز۔ مطبوعہ (مدراس)

التقریظ والانتقاد

Supplimenttto Elliot and Dowson's History of India. } از پروفیسر خلیق احمد نظامی صدر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ جلد دوم صفحات 121 و جلد سوم صفحات 196، ٹائپ، کاغذ اور طباعت اعلیٰ۔ قیمت علی الترتیب -/75 و -/95 : پتہ : ادارۂ ادبیات دہلی، قاسم جان اسٹریٹ، دہلی ۶۔

ایلیٹ اور ڈاؤسن نے ہندوستان کے قرونِ وسطیٰ کی جو تاریخ آٹھ ضخیم جلدوں میں لکھی تھی اگرچہ اس کا مقصد، خود ان کے اپنے بیان کے مطابق انگریزی راج کو پائیدار اور مستحکم بنانے کی غرض سے ہندو اور مسلمانوں میں فرقہ دارانہ منافرت پیدا کرنا اور انگریزوں کے بالمقابل احساس کمتری میں مبتلا ہونا تھا ——— اور کوئی شبہ نہیں کہ یہ مقصد بہمہ وجوہ کامیاب ہوا ——— لیکن اس سے انکار ممکن نہیں ہے کہ یہ ہندوستان کے قرونِ وسطیٰ کی پہلی تاریخ ہے جو عربی اور فارسی کے اصل مآخذ پر مبنی اور انگریزی زبان میں تھی۔ اس لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہی پڑھائی جاتی اور اسی سے استفادہ کیا جاتا تھا، بعد میں اس عہد پر انگریزی میں جو درسی یا غیر درسی کتابیں لکھی گئیں وہ سب ایلیٹ اور ڈاؤسن کی تاریخ کی ہی خوشہ چین تھیں لیکن ان دونوں مصنفوں کے عہد اور موجودہ عہد میں ایک صدی کا زمانہ حائل ہے اس درمیان میں ہندوستان کے قرونِ وسطیٰ سے متعلق سینکڑوں نئے نئے مآخذ اور مراجع جو مختلف زبانوں میں لکھے گئے ہیں سامنے آگئے ہیں اور پھر تاریخی شعور اور نقد و تحقیق کا معیار بھی اتنا بلند ہو گیا ہے کہ تاریخ ایک سائنس بن گئی ہے، علاوہ ازیں کتاب کا علمی افادیت کے اعتبار سے جو مرتبہ و مقام

ہے اور اس کے لیے مواد کے فراہم کرنے میں سر سید احمد خاں، لالہ چونی لال، لالہ دونی چند اور بیسیوں عربی اور فارسی کے عالموں نے ایلیٹ کی جو امداد و اعانت کی ہے ان سب کا تقاضا تھا کہ اس سلسلہ میں دو کام کیے جائیں: (۱) ایک یہ کہ ایلیٹ کی تاریخ کا گہری تنقیدی نظر سے مطالعہ کر کے ان غلطیوں کی نشان دہی اور تصحیح کی جائے جن کا ارتکاب ایلیٹ نے قصداً یا بے ارادہ کیا ہے اور (۲) دوسرا یہ کہ اس کتاب کو اپ ٹو ڈیٹ بنانے کی غرض سے ان تمام ماخذ کی نشان دہی کی جائے جو ایلیٹ کے زمانہ میں تھے مگر اس سے نظر انداز ہو گئے تھے، یا اس وقت سے لے کر اب تک معرض وجود میں آئے ہیں، پہلی نوعیت کا کام مسٹر ایس۔ ایچ ہوڈی والا (S.H. Hodiwala) کے ہاتھوں انجام پذیر ہو چکا تھا۔ موصوف پہلے ہندوستانی مؤرخ ہیں جنھوں نے سر ہنری ایلیٹ کی تاریخ کی آٹھوں جلدوں کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے مصنف کی فروگذاشتوں اور غلط بیانیوں کی نشان دہی کی اور اس سلسلہ میں انھوں نے ۱۹۳۹ء میں بمبئی سے اپنی کتاب (Studies in Indo Muslim History) شائع کی، اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں ان کے قلم سے اس کتاب کا تتمہ و تکملہ اشاعت پذیر ہوا، البتہ دوسری نوعیت کا کام جو سخت محنت طلب تھا باقی تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ اس کی تکمیل کا شرف ہمارے عزیز اور فاضل دوست پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مقسوم میں تھا، چنانچہ ۱۹۵۲ء میں موصوف نے ایلیٹ کی تاریخ پر نظر ثانی کرنے اور اس کا سپلیمنٹ لکھنے کا پروگرام بنایا اور ایلیٹ کی تاریخ کی جلد دوم کا سپلیمنٹ پروفیسر محمد حبیب کے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ شائع بھی کر دیا تھا (برہان میں اسی زمانہ میں اس پر تبصرہ شائع ہوا تھا) جس کا علمی حلقوں میں بڑا چرچا ہوا اور خود مولانا ابوالکلام آزاد نے اس پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ لیکن بعض وجوہ سے یہ سلسلہ رک گیا تھا طویل وقفہ کے بعد سلسلہ کی مذکورہ بالا دوسری اور تیسری جلدیں منظر عام پر